فروعی اختلافات اور سلفِ صالحین کا منہجِ اختلاف

مولانا محمد نعمان خلیل
فاضلِ جامعہ

اسلامی معاشرے میں فقہی وفروعی اختلاف امرِ واقعی ہے، بلکہ امت کے لیے مفید اور باعثِ رحمت ہے۔ مسائلِ فقہیہ اور دیگر فروعی مسائل میں اختلاف کا ثبوت، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے زمانے سے ہے۔ تابعین اور تبع تابعین بھی بعض مسائل میں باہم اختلافِ رائے رکھتے تھے، انہوں نے اس اختلاف کو دین کی رحمت، وسعت اور امت کے لیے آسانی کے طور پر سمجھا، مختلف زمانوں میں کئی اہل علم نے ان مسائل میں اختلاف ختم کرکے امت کو ایک مسئلہ پر جمع کرنے کی کوشش کی، مگر جمہور علماء سلف اس بات پر راضی نہ ہوئے، کیوں کہ اختلاف ایک فطری چیز ہے، اسی طرح ذہنی سطح اور استعداد وصلاحیت کا تفاوت بھی مسلّم ہے۔ حضرت شیخ محمد عوامہ حفظہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

''السعي في توحيد المذاهب، وحمل الناس على واحد منها، جنون أو ضلال.''

ترجمہ: ''فقہی مسالک اور فروعی مذاہب کو ایک بنانے اور تمام مسلمانوں کو اس ایک پر جمع کرنے کی کوشش حماقت یا راہِ حق سے روگردانی ہے۔''

(أدب الاختلاف في مسائل العلم والدين، ص:۲۷، دار اليسر)

اسی سلسلہ میں ایک شخص نے خلیفہ راشد حضرت سیدنا عمر بن عبدالعزیز (۱۰۲ھ) رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا:

''لو جمعت الناس على شيء؟ فقال: ما يسرني أنهم لم يختلفوا، قال: ثم كتب إلى الآفاق وإلى الأمصار: ليقض كل قوم، بما اجتمع عليه فقهاؤهم.''

ترجمہ: ''اگر آپ تمام لوگوں کو ایک ہی عمل پر جمع کردیں (تو زیادہ بہتر ہے)، آپؒ نے فرمایا:

ان (فقہاء اور علماء) کے اختلاف نہ کرنے سے مجھے بالکل خوشی نہیں ہوتی (بلکہ ان کے اختلاف سے خوشی ہوتی ہے)۔ بعد ازاں آپؒ نے اپنے ماتحت تمام شہروں میں لکھ بھیجا کہ ہر علاقے کے لوگ اسی مسئلہ پر عمل کریں، جس پر وہاں کے فقہاء متفق ہوں۔''

(سنن الدارمي، باب اختلاف الفقهاء، الرقم: ٦٥٢، ١/ ٤٨٩، دار المغني للنشر والتوزيع، المملكة العربية السعودية، ط: الأولى، ١٤١٢هـ)

امام دار الہجرۃ حضرت سیدنا امام مالک (۱۷۹ھ) رحمۃ اللہ علیہ نے جب اپنی شہرہ آفاق اور حدیث مبارک کی مقبول ترین کتاب ''الموطا'' مکمل فرمائی، تو اس کا شہرہ ہر جگہ ہونے لگا، خلیفۂ وقت (ابو جعفر منصور) نے حج کے سفر کے دوران ان سے ملاقات کر کے یہ درخواست کی: ''ہم چاہتے ہیں آپ کی کتاب کے نسخے لکھوا کر تمام بلادِ اسلامیہ میں پھیلا دیں، تاکہ ہر جگہ اسی کے مطابق فیصلہ کیا جائے۔'' آپؒ نے دوراندیشی پر مبنی بصیرت افروز جواب ارشاد فرمایا:

''ایسا ہرگز مت کیجیے! ہر علاقے میں ہم سے پہلے علم پہنچ چکا ہے، انہیں اسی کے مطابق عمل کرنے دیں جو انہوں نے اپنے لیے پسند کیا ہے، کیوں کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے اکثر مدینہ منورہ سے نکل کر مختلف شہروں میں جا بسے تھے، کوفہ، بصرہ اور شام ان تمام علاقوں میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی کثیر تعداد اور ان کے ساتھ ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علمی ورثہ پہنچ چکا ہے۔'' (ملخص من الانتقاء في فضائل الأئمة الثلاثة الفقهاء لابن عبد البرّ (٤٦٣هـ)، باب في رئاسته، ووجاهته في علم الدين عند العامة والسلاطين، ص:٨٠، المكتبة الغفورية العاصمة كراتشي، باكستان)

حضرت سیدنا عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کا فقہی اختلاف پر خوشی کا اظہار اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی یہ وسعتِ نظری اسی بات کا نتیجہ تھی کہ انہیں مزاجِ نبوت سے شناسائی تھی۔ وہ اسبابِ اختلاف اور مقاصدِ اختلاف سے واقف تھے اور انہیں فروعی مسائل میں اختلاف کے رحمت ہونے کا یقین تھا، یہ تاریخی حقیقت ہے کہ جب بھی کسی نے اتحادِ مسالک کی کوشش کی، اس سے نہ صرف ایک اور مسلک وجود میں آیا، بلکہ عموماً وہ فتنہ کا باعث اور امتِ مسلمہ میں انتشار کا سبب بنا ہے۔

الغرض ائمہ اُمت کئی اصولی وکلامی بنیادوں میں اتفاق کے باوجود فروعی اختلاف میں وسیع پھیلاؤ رکھتے ہیں۔

فقہاء اسلام کی اختلافی آراء کی بدولت آج بھی اسلامی تعلیمات کی افادیت اور اس میں پنہاں راہنمائی کا عنصر آباد وشاداب ہے اور قیامت تک باقی رہے گا (ان شاء اللہ تعالیٰ) یہ علمی آراء عقلی اور ذہنی

شعور کی بڑھوتری کا ذریعہ ہیں۔ نصوصِ شرعیہ کی متنوع علمی جولانیاں، قرآن کریم اور سنتِ رسول (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کا ہمہ جہتی مطالعہ اور زندگی کے تمام شعبوں کے لیے ان مصادر کی افادیت وجامعیت اسی نظریۂ اختلاف کی دَین ہے۔

لیکن آراء کا یہ علمی اختلاف ان علمائے عظام اور ائمہ سلف کے اخلاق وکردار اور باہمی ربط وتعلق میں بگاڑ کا سبب تھا، نہ ہی اس کو بنیاد بنا کر وہ ایک دوسرے کی تحقیر وتنقیص کرتے تھے، کیوں کہ انہیں معلوم تھا کہ اجتہادی مسائل میں اختلاف، نفرت وبغض کا سبب نہیں ہوسکتا اور نہ ہی یہ حق وباطل کا معیار ہے، تاریخی روایات میں اگرچہ اختلاف کی وجہ سے جدل وجدال کے کچھ واقعات منقول ہیں، لیکن ان واقعات کی شرح فیصد اخلاقی اقدار کے مقابلے میں انتہائی کم ہے، لیکن تفرق پسندی کے نتیجہ میں جدلی واقعات کی شہرت زیادہ ہوگئی۔

اس موقع پر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ بیان کرنا انتہائی موزوں معلوم ہوتا ہے، علامہ ذہبی (۷۴۸ھ) رحمۃ اللہ علیہ ’’سير أعلام النبلاء‘‘ میں نقل فرماتے ہیں:

’’قال يونس الصدفي: ما رأيت أعقل من الشافعي، ناظرته يومًا في مسألة، ثم افترقنا، ولقيني، فأخذ بيدي، ثم قال: يا أبا موسىٰ، ألا يستقيم أن نكون إخوانًا وإن لم نتفق في مسألة؟‘‘ (سير أعلام النبلاء للذهبي: ۱۰: ۱۱، مؤسسة الرسالة)

ترجمہ: ’’حضرت یونس صدفی رحمۃ اللہ علیہ (یہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد اور ہم عصر تھے) فرماتے ہیں: میں نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے بڑھ کر کسی کو عقل مند نہیں دیکھا، ایک دن ہمارا کسی مسئلہ میں مناظرہ ہوا، (جس پر اتفاق نہیں ہوسکا) اور ہم جدا ہوگئے، پھر وہ (بعد میں) مجھ سے ملے، میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: اے ابوموسیٰ! کیا یہ رویہ درست نہیں کہ ہم بھائی بھائی ہوجائیں، اگرچہ ہمارا مسائل میں اختلاف ہو۔‘‘

یہ سلف صالحین کا عملی نمونہ ہے، جو فروعی اختلاف اور معاشرتی بھائی چارگی کا حسین امتزاج ہے، موجودہ علمی ماحول، فقہی مسائل اور عام خاندانی اور معاشرتی زندگی میں اس جذبہ کی بہت ضرورت ہے کہ مسائل میں اختلاف تفرق، انتشار، ذہنی کڑھن اور بددلی وبدگمانی کا باعث نہیں ہونا چاہیے۔ یہ ماحول پیدا کرنے کے لیے مستقل ایک فکر، محنت اور دعوت کی ضرورت ہے۔

اس طرح کے اور کئی واقعات ذخیرۂ تاریخ کا اُوجھل حصہ ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے ان فروعی اختلاف میں ایک دوسرے کی عزت واحترام کا پاس رکھنا اور مدِ مقابل کو خود سے برتر سمجھ کر، ان کے مقام و مرتبہ کا اعتراف کرنا، سلفِ صالحین کا شیوہ تھا۔ موجودہ پُرفتن، ذہنی انتشار، دلی بیزاری، خود پسندی اور اعجاب بالرأی کے دور میں آدابِ اختلاف اور مقاصدِ اختلاف کو سمجھنا انتہائی ضروری ہے، ورنہ یہ بیماریاں

دین بیزاری، سلف سے لاتعلقی اور اپنی سندوں سے کاٹنے کا سامان فراہم کر چکی ہیں اور متوارث دینی بنیادوں کی جڑیں متزلزل کرنے کو ہیں۔

فروعی مسائل کے اختلاف میں افراط وتفریط

فروعی مسائل کے اختلاف میں علمی اور عملی دونوں میدانوں میں افراط اور تفریط پائی جاتی ہے:

افراط اس طرح کہ ان مسائل کو حق و باطل کا معیار اور اسلام وکفر کی سرحد بنا کر پیش کیا جانے لگا ہے، بعض حضرات اس کا برملا اظہار بھی کرتے ہیں، جبکہ کچھ لوگ اظہار تو نہیں کرتے ، لیکن ان کا طرزِ عمل اور رویہ اسی بات کی غمازی کرتا ہے، جو طعن وتشنیع ، گالم گلوچ، تحقیر وتنقیص اور بُرے القابات کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ یہ طرزِ عمل اور فاسد فکر' اسبابِ اختلاف، آدابِ اختلاف نہ پہنچاننے کی وجہ سے جنم لیتی ہے۔

تفریط یہ ہے کہ فروعی مسائل میں اختلاف کو ہی غلط سمجھنا اور یہ کہنا کہ یہ صرف علماء کی اپنی کارستانیاں ہیں اور پوری اُمت کو ایک مسئلہ پر جمع ہو جانا چاہیے، ایسے لوگ اس طرح کے اختلاف کو ہی ختم کر دینے کے داعی ہیں، جس کے لیے قرآن کریم کی تفرقہ والی آیات کا سہارا لیتے ہیں، جبکہ اختلافات کا خاتمہ عقل کے بھی خلاف ہے اور مزاجِ شریعت کے بھی منافی ہے۔ ایسے حضرات تاریخِ اختلاف اور مقاصدِ اختلاف سے ناواقف ہیں۔

علمائے کرام نے امت کو ان دونوں غلط افکار سے بچانے کی مختلف سطح پر کاوشیں کی ہیں۔ اسبابِ اختلاف کے حوالہ سے شیخ الحدیث مولانا زکریا رحمۃ اللہ علیہ کا رسالہ ''اختلاف الائمہ'' اور اسباب اور آدابِ اختلاف سمجھنے کے لیے شیخ عوامہ حفظہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ''أدب الاختلاف في مسائل العلم والدین'' بہتر انتخاب ہو سکتا ہے۔

فروعی اختلاف میں مثالی طرزِ عمل

فروعی اختلاف کے حوالہ سے مثالی طرزِ عمل، علمی اور نظریاتی طرزِ فکر یہ ہونا چاہیے:

- اختلاف کو رحمت سمجھا جائے، کیوں کہ اس سے نصوص کی ہمہ جہتی معلوم ہوتی ہے، ایک ہی بات کے مختلف اور متعدد پہلو سامنے آتے ہیں، جس سے فہم وبصیرت کو جلا ملتی ہے، عقلیں روشن اور بصیرت میں اضافہ ہوتا ہے۔
- اختلاف کرنے کا اہل کون ہے؟ کس کا اختلاف قابلِ غور ہو سکتا ہے؟ اس کا سمجھنا انتہائی ضروری ہے، جو جس فن کے ماہر ہوتے ہیں، وہی لوگ اس فن میں اختلاف کرنے کے اہل ہوتے

ہیں، جو شخص اس میدان کا نہیں، اسے اختلاف سے خود کو بچانا چاہیے۔

- اختلاف اصلاحِ امت کا ذریعہ ہونا چاہیے، نا کہ امتِ مسلمہ میں تفرقہ بازی اور فتنہ انگیزی مقصود ہو۔
- اختلاف میں مدِمقابل کے علمی مقام و مرتبہ کا لحاظ رکھا جائے، جو گفتگو سے بھی نظر آئے اور طرزِ عمل سے بھی۔
- اختلاف حسد، کینہ اور بغض وعناد کی آمیزش سے پاک ہونا چاہیے۔
- اختلاف میں جو بات درست لگے، دلائل کی بنیاد پر ٹھوس انداز میں بیان کر دینی چاہیے، تاہم بعد ازاں اس پر اصرار نہیں کرنا چاہیے کہ پوری امت اسی بات کو تسلیم کرے۔
- اختلاف ان مسائل میں کرنا چاہیے جن مسائل میں شریعت کی طرف سے گنجائش رکھی گئی ہے، جن پر اجماع ہو چکا ہو یا جو امور نصوص سے ثابت ہیں، ان میں اختلاف ضلال، گمراہی اور فتنہ ہے۔
- اختلاف سے پہلے اسبابِ اختلاف، مقاصدِ اختلاف اور آدابِ اختلاف کو اچھی طرح پڑھ اور سمجھ لینا چاہیے۔
- آدابِ اختلاف کی عملی تربیت کے لیے معتدل علماء کرام کی مجالس اختیار کرنی چاہئیں اور سلف صالحین کے واقعات کا مطالعہ کرتے رہنا چاہیے۔

سلف صالحین کے علمی خطوط کی اہمیت

ذخیرۂ تاریخ میں سلفِ صالحین اور ائمہ متبوعین کے آپس کے ایسے مکالمات اور خطوط موجود ہیں، جن میں مفید علمی مباحث، دقیق علمی وفنی نکات، اہم بنیادی اصول، مناہجِ استدلال، فوائدِ جلیلہ اور ادبی شہ پاروں کے ساتھ ساتھ ایک دوسرے کے متعلق محبت بھرے القابات، خیرخواہانہ جذبات، مدِمقابل کے علمی قد وکاٹھ کا کھلے دل سے اعتراف اور دوسرے کے مقام و مرتبہ کی رعایت کے بہترین مناظر جھلکتے ہیں، جن سے آدابِ اختلاف، اسبابِ اختلاف اور اصولِ اختلاف سمجھے جاسکتے ہیں۔ عالمِ عرب کے مشہور محقق ومحدث، شیخ المشایخ حضرۃ الشیخ عبدالفتاح ابوغدہ رحمۃ اللہ علیہ نے ائمہ سلف میں سے امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ (۱۵۰ھ) کا مکتوب بنام فقیہ بصرہ امام عثمان البتی (۱۴۳ھ) اور امام دار الہجرۃ مالک بن انس (۱۷۹ھ) اور فقیہ مصر لیث بن سعد (۱۷۵ھ) رحمہم اللہ کے آپس کے مکاتیب کو تحقیق کے ساتھ مرتب کر کے ایک رسالہ کی صورت میں شائع کیا ہے، جس کا نام ”نماذج من رسائل الأئمة السلف وأدبهم العلمي“ ہے، جو آدابِ اختلاف اور اسبابِ اختلاف کے باب میں سلفِ صالحین کا منہج جاننے کے لیے ایک قیمتی خزینہ ہے۔ ان مکاتیب کا اردو ترجمہ بھی ہو چکا ہے، اللہ تعالیٰ جلد منصۂ شہود پر لانے کی توفیق نصیب فرمائیں۔